چند معروف مگر موضوع احادیث (۳)

(مشہور حدیث ''علماء امتی کأ نبیاء بنی اسرائیل'' کا ناقدانہ جائزہ)

مولانا محمد شہزاد مجددی

دارالاخلاص ۴۹، ریلوے روڈ، لاہور

علم حدیث کے ماہرین اور محدثین کرام نے صحیح و سقیم روایات کی جانچ پرکھ کیلئے جس احتیاط اور کمال تفحص سے کام لیا ہے وہ یقیناً لائق صد ستائش و تحسین ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزء۔ خالق لم یزل نے کلام نبوی ﷺ کی حفاظت و صحت کیلئے ان نفوس قدسیہ کو منتخب فرما کر خداداد صلاحیتوں سے نوازا اور مزاج نبوت سے ایسی مناسبت عطا فرمائی کہ فنی اصولوں کے ساتھ ساتھ انہیں وہ ذوق باطنی بھی میسر آیا جس کی روشنی میں ان کیلئے خدمت علم حدیث آسان تر ہوگئی۔ چنانچہ حضرت ربیع بن خیثم صحیح حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

''له ضوء كضوء النهار......'' (اس میں دن کی روشنی جیسی چمک ہوتی ہے)

موضوع روایات کے بارے میں ان کا قول ہے:

''له ظلمة كظلمة الليل......'' (اس میں رات کی تاریکی جیسی ظلمت ہوتی ہے)

(حدیث کا درایتی معیار: ص ۱۸۹، بحوالہ حاکم)

ملا علی القاری کہتے ہیں:

''والاحاديث الموضوعة عليها ظلمة وركاكة ومجازفات باردة تنادي على وضعها واختلافها'' (موضوعات کبیر، ص: ۹۲)

(موضوع حدیثوں میں ایک خاص قسم کی تاریکی، سطحیت اور بے تکا پن ہوتا ہے جو اس کے جعلی اور اختلافی ہونے کا اعلان کر رہا ہوتا ہے)

جعلی اور وضعی روایات کے فروغ اور شہرت میں جہاں غیر مستند تحریری مواد اور سوانح تذکروں کا بڑا عمل دخل ہے وہاں قصہ گو قسم کے ان واعظین کا بھی بڑا ہاتھ ہے جو کبھی تو حصول ثواب کیلئے کذب بیانی اور دروغ گوئی تک کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور کبھی مالی منفعت اور جلب زر کے چکر میں موضوع روایات کا سہارا لے کر اپنے وعظ و بیان کو مؤثر بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ سب کچھ صرف سامعین و حاضرین کو محظوظ اور متاثر کرنے کیلئے بھی کیا جاتا ہے۔ (العیاذ باللہ عزوجل)

امام زین الدین حافظ العراقیؒ (م ۸۰۶ھ) لکھتے ہیں:

''ثم انهم يعني القصاص ينقلون حديث رسول الله ﷺ من

غیر معرفة بالصحیح والسقیم......وان اتفق انه نقل حدیثا صحیحا کان آثما فی ذلك لانه ینقل مالا علم له به وان صادف الواقع کان آثما باقدامه علی مالا یعلم"

(تحذیر الخواص: ۱/ ۱۰۷، الباعث علی الخلاص، ص ۹۲-۹۳)

(پھر یہ لوگ یعنی قصہ گو واعظین رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیح وضعیف کی تمیز کیے بغیر بیان کرتے ہیں......اور اگر اتفاق سے وہ کوئی حدیث بیان کرے جو صحیح ہو تو بھی وہ اس پر گنہگار ہوگا، اس لئے کہ وہ بغیر علم کے روایت نقل کر رہا ہے اور اگر خلاف واقعہ بات کرے گا تو پھر بھی بغیر علم کے بیان کرنے کی جسارت کے سبب گنہگار ہوگا۔)

اس قسم کی ایک مشہور مگر موضوع اور بے اصل روایت وہ ہے جسے علماء کی شان بیان کرتے ہوئے تحریر وتقریر میں پیش کیا جاتا ہے، یعنی:

"علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل"

(میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں)

اس روایت کو بزرگ شخصیات، صوفیہ کرام اور بعض علماء نے حضرات محدثین کی رائے اور نقد وجرح سے ناواقفیت کے باعث اپنی تالیفات اور ملفوظات میں نقل کیا اور وہاں سے غیر محقق واعظین نے لے کر آگے بیان کرنا شروع کر دیا، یوں یہ روایت خواص وعوام میں مشہور ہوگئی۔ائمہ حدیث کی آراء اور نقد ونظر سے قبل مناسب ہوگا کہ چند ایسی کتب کا تذکرہ کر دیا جائے جن میں یہ روایت نظر سے گزری ہے:

۱۔ الفتوحات المکیۃ فی معرفۃ الاسرار المالکیۃ والملکیۃ، (۱/ ۲۶۳)......لابن العربی، محی الدین (م ۶۳۸ھ)

۲۔ مکتوبات امام ربانی (دفتر اول، مکتوب: ۲۶۸) الشیخ احمد سرہندی فاروقی (م ۱۰۳۴ھ)

۳۔ الابریز (مترجم) ص: ۱۲۹، شیخ عبدالعزیز دباغ۔

۴۔ مرآت العاشقین (مترجم) ص: ۱۵۳......ملفوظات خواجہ شمس الدین سیالوی

۵۔ فیضان سنت، ص: ۲۴۸ (بحوالہ مناقب غوث اعظم) مولانا محمد الیاس قادری

اردو اور فارسی میں شائع ہونے والی کتب خصوصاً سوانحی اور صوفیانہ تذکروں میں یہ روایت اکثر وبیشتر پڑھنے کو ملتی ہے جن کا احصا مقصود نہیں ہے۔شیخ اکبر نے "فتوحات مکیہ" میں اس مضمون

کو درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

"روی عن النبی ﷺ انه قال: "علماء هذه الامة کأنبیاء سائر الاسم" وفی روایة "انبیاء بنی اسرائیل" وان کان اسناد هذ الحدیث لیس بالقائم ولکن اوردناه تأنیسا للسامعین ان علماء هذه الامة قد التحقت بالانبیاء فی الرتبة"

(نبی کریم ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس امت کے علماء تمام امتوں کے انبیاء جیسے ہیں اور دوسری روایت میں ہے "بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں- اگرچہ اس حدیث کی اسناد قوی نہیں ہیں لیکن ہم اسے سامعین کی تشفی کیلئے لائیں ہیں کہ اس امت کے علماء رتبہ میں انبیاء سے مل گئے ہیں" (۱/۲۶۳)

اس امت کے علماء کا رتبے میں انبیاء کرام علیھم السلام جیسا یا ان کے برابر ہو جانا کیا معنی رکھتا ہے اور یہ کہاں تک درست ہے؟ اس بحث میں پڑے بغیر ہم یہ بات لائق اعادہ سمجھتے ہیں کہ بارہویں صدی ہجری کے ایک امی شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ نے بھی اس روایت کو موضوع ہی کہا ہے- چنانچہ جامع ملفوظات (الابریز) شیخ احمد بن مبارک سلجماسی کہتے ہیں:

"شروع میں جب آپ سے تعارف ہوا اور میں نے آپ کے وسعت عرفان اور فیضان ایمان کو دیکھا تو میں نے آپ کو آزمانا شروع کر دیا اور آپ سے صحیح اور موضوع احادیث کے متعلق دریافت کیا- اس وقت میرے پاس حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی مشہور کتاب "الدرر المنتشرة فی الاحادیث المشتهرہ" تھی یہ ایک عجیب تالیف ہے جس میں سیوطی نے مشہور احادیث کو حروف تہجی پر مرتب کیا ہے اور ہر حدیث کے متعلق بیان کیا ہے کہ یہ صحیح ہے یا موضوع- یہ کتاب ہر طالب علم کے پاس ہونی چاہیئے کیونکہ یہ ایک نفیس کتاب ہے- (خزینہ معارف: ص ۱۰۸)

ائمہ حدیث کی آراء

۱- امام بدر الدین زرکشی (م ۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

"علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل" "لایعرف له اصل"
(التذکرة فی الاحادیث المشتهرہ: ص ۱۲۰)

(حدیث "میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں" کی کوئی اصل

نہیں پائی گئی)

امام زرکشی اور دیگر محدثین نے علم اور علماء کے فضائل میں نقل کی جانے والی کچھ اور مشہور مگر موضوع روایات کا بھی ذکر کیا ہے جنہیں ہم (ان شاءاللہ) مضمون کے آخر میں درج کریں گے۔

۲۔ امام شمس الدین سخاوی فرماتے ہیں:

''علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل ''لااصل لہ''

(المقاصد الحسنۃ' ص:۲۰۲ حرف عین)

(میری امت کے علماء......الخ اس کی کوئی اصل نہیں)

مزید لکھتے ہیں:

''قال 'ابن حجرعسقلانی ومحمدبن موسی الدمیری 'حدیث موضوع لااصل لہ''

(امام ابن حجر عسقلانی اور محمد بن موسیٰ الدمیری نے کہا ہے' یہ حدیث موضوع ہے۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔(مختصر المقاصد:۱۵۷)

۳۔ امام جلال الدین سیوطیؒ شافعی لکھتے ہیں:

''علماء امتی......الخ لااصل لہ''(الدررالمنتشر ہ:۱۸۸)

(اس کی کوئی اصل نہیں)

۴۔ ملاعلی القاری رقم طراز ہیں:

''حدیث:علماء امتی......الخ قال الدمیری والعسقلانی لااصل لہ'وکذاقال الزرکشی وسکت عنہ السیوطی''

(موضوعات کبیر:۴۸)

(دمیری اور عسقلانی نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ایسا ہی زرکشی نے کہا ہے اور سیوطی نے اس کے بارے میں سکوت کیا ہے۔ ہمارے خیال میں ملاعلی قاری کا یہ قول''سکت عنہ السیوطی ''محل نظر ہے۔ کیونکہ انہوں نے بھی اسے''لااصل لہ'' کہا ہے۔(الدرر:۱۸۸)

۵۔ ملاعلی قاری نے''المصنوع فی معرفۃ الحدیث ''میں بھی بالکل ایسا ہی لکھا ہے۔ دیکھئے:(ص۱۲۲۔ رقم:۱۹۶)

۶۔ علامہ نورالدین السمھودی (م۸۴۴۔۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

''علماء امتی......الخ قال الترمذی'وابن حجر'والزرکشی لااصل لہ''(الغماز علی اللماز:۱۴۵)

(امام ترمذی'ابن حجر عسقلانی اورزرکشی نے کہا ہے:اس کی کوئی اصل نہیں)

۷- علامہ ابن حجر مکی شافعی (م۹۷۴ھ) فرماتے ہیں:

''قال الدمیری:ھذالحدیث لایعرف لہ مخرج لکن فی صحیح البخاری''العلماء ھم ورثۃالانبیاء''وخرجہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم''(الفتاوی الحدیثیہ:۳۶۷-۳۶۸)

(امام دمیری نے کہا ہے:اس حدیث کا مأخذ نہیں پایا گیا لیکن ''صحیح بخاری'' میں ہے''علماء انبیاء کے وارث ہیں-اور ابوداؤد'ترمذی'ابن ماجہ اور حاکم وغیرھم نے بھی اسے نقل کیا ہے-)

۸- شیخ محمد بن طاہر پٹنی لکھتے ہیں:

''علماء امتی......الخ قال شیخناوالزرکشی لااصل لہ ولا یعرف فی کتاب معتبر:وردی بسندضعیف ''اقرب الناس من درجۃالنبوۃاھل العلم والجھاد''

(ہمارے شیخ اورزرکشی نے کہا ہے:اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں پائی گئی اورایک ضعیف سند سے روایت کیا گیا ہے:لوگوں میں سے مرتبہ نبوت کے قریب ترین علماء اورمجاہدین ہیں(تذکرۃ الموضوعات:۲۰)

۹- شیخ نجم الدین محمد الغزی الدمشقی (م۱۰۶۱ھ) لکھتے ہیں:

''قال الدمیری والزرکشی وابن حجرلااصل لہ'وانکرہ الشیخ برھان الدین الناجی والف فی ذلک جزء''

(دمیری'زرکشی اورابن حجر نے کہا ہے'اس کی کوئی اصل نہیں اورشیخ برہان الدین ناجی نے بھی اس کی نکیر کرتے ہوئے اس موضوع پرایک جزء(رسالہ) تالیف کیا ہے-(اتقان ما یحسن من الاخبار الدائرۃ علی الالسن:۳۶۱)

علامہ الغزی بات آگے بڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قلت!لکن نقلہ جازمابانہ حدیث مرفوع الامام فخرالدین رازی والشیخ موفق الدین ابن قدامہ والاسنوی والبارزی

والیافعی-واشارالی الأخذبمعناہ التفتازانی والشیخ فتح الدین الشھیدوسیدی ابوبکرالموصلی والسیوطی فی الخصائص'ولہ شواھدذکرتھافی کتاب"جسن التنبہ لماورد فی التشبہ"

(میں کہتا ہوں! لیکن امام فخرالدین رازی'شیخ ابن قدامہ المقدسی' الاسنوی' البارزی اور یافعی نے اسے حدیث مرفوع کی حیثیت سے نقل کیا ہے اوراس کی بالمعنی قبولیت کی طرف علامہ تفتازانی'شیخ فتح الدین شہید'سیدی ابوبکر موصلی اور سیوطی نے (خصائص میں) اشارہ کیا ہے-انتھی)

علامہ غزی کا یہ کہنا کہ اس میں قبولیت بالمعنی کی گنجائش ہے اوراس کے شواہد بھی موجود ہیں' کسی حد تک درست ہے-اس وضاحت کے ساتھ کہ روایت بالمعنی کے بارے میں علماء کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے اور یہ کہ شواہد کے موجود ہوتے ہوئے بھی کسی موضوع روایت کے متن (الفاظ) کو کلام بنوی ﷺ قرار نہیں دیا جا سکتا-(مجددی)

۱۰- الامام الشیخ محمد درویش الحوت (م ۱۲۷۶ھ) تمیذ امام ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

"علماء امتی......الخ موضوع لااصل لہ'کماقالہ غیر واحد من الحفاظ ویذکرہ کثیرمن العلماء فی کتبھم غفلۃعن قول الحفاظ"(اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب:۲۰۰)

(علماء امتی......موضوع اور لا اصل ہے جیسا کہ کئی ایک حفاظ حدیث نے اس کے بارے میں کہا ہے' جبکہ اکثر علماء نے یہ روایت حفاظ حدیث کے اقوال سے بے خبری کے باعث اپنی کتابوں میں نقل کردی ہے)

۱۱- شیخ محمد بن خلیل القاوقجی لکھتے ہیں:

"حدیث علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل......قال الترمذی والدمیری وابن حجرلااصل لہ'وکذاقال الزرکشی 'ذکرہ فی مختصرالمقاصد"(اللؤلؤالمرصوع:۱۲۱)

(حدیث علماء امتی......ترمذی'دمیری اورابن حجر نے کہا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اورایسا ہی زرکشی نے کہا ہے-اس کا ذکر مختصر المقاصد میں آیا ہے)

۱۲- علامہ شیخ الکرمی نے لکھا ہے:

"علماء امتی......لا اصل لہ" (الفوائد الموضوعۃ: ج ا ص ۱۰۱)
(اس کی کوئی اصل نہیں)

۱۳- علامہ محمد امیر المالکی نے بھی لکھا ہے:

"لا اصل لہ...... (النخبۃ البھیۃ' ج ا ص ۸۴) (اس کی کچھ اصل نہیں)

۱۴- علامہ شیخ ابن الدبیع نے بھی یہی لکھا ہے:

"لا اصل لہ......" (تمییز الطیب: ۱۰۷) (اس کی کوئی اصل نہیں)

۱۵- علامہ اسماعیل العجلونی لکھتے ہیں:

"قال السیوطی فی الدرر لا اصل لہ' وقال فی المقاصد: قال شیخنا یعنی ابن حجر لا اصل لہ- وقبلہ الدمیری والزرکشی' وزاد بعضھم ولا یعرف فی کتاب معتبر" (کشف الخفاء: ج ۲ ص ۱۷۴۴)
(امام سیوطی نے الدرر میں کہا ہے اس کی کچھ اصل نہیں- المقاصد الحسنہ میں (سخاوی نے) کہا ہے: ہمارے شیخ یعنی ابن حجر نے کہا ہے اس کی کچھ اصل نہیں اور اس سے پہلے دمیری اور زرکشی نے بھی ایسا ہی کہا ہے- ان میں سے بعض نے یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ملتی)

۱۶- شیخ یوسف حطار محمد نے اس روایت کو "لا اصل" اور موضوع کہنے والے علماء کی فہرست میں درج ذیل ناموں کا اضافہ کیا ہے:

علامہ ابن طولون (الشذرہ......: ۶۰۲) علامہ محمد بن احمد جار اللہ الصعدی الیمنی (۱۰۹۴)' علامہ شیخ محمد ظافر الازہری (تحذیر المسلمین: ۱۴۳)' علامہ محمد عبدالحی لکھنوی (عمدۃ الرعایۃ: ۱/۱۳) (الدرر البھیۃ فی الاحادیث الموضوعۃ علی خیر البریۃ: ص ۶۲۶)

علماء امتی کأنبیاء بنی اسرائیل' کی وضعیت اور فنی حیثیت بیان کرنے والے علماء نے اس مضمون و معنی کے شواہد میں بھی کچھ روایات نقل کی ہیں- ان میں سب سے نمایاں اور برمحل وہ روایت ہے جسے اصحاب سنن اربعہ نے روایت کیا ہے:

"قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: ان الانبیاء ورثۃ الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ بحظ وافر"
(ابوداؤد: ۱۶۴۱) الترمذی: ۱۶۸۳) ابن ماجہ: ۲۲۳) (ابن حبان: ۸۰) بخاری معلقا: العلم)

(بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء درھم و دینا وراثت میں نہیں چھوڑ تے بلکہ وہ تو علم کو وراثت بناتے ہیں تو جس نے اس (وراثت) کو حاصل کیا اس نے نعت عظمی حاصل کی)

''لا اصل له'' کا مفہوم

معروف محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدہ مرحوم جرح ونقد کے حوالے سے محدثین کے ہاں مستعمل اصطلاحات کا تذکرہ کرتے ہوئے ''لا اصل له'' کے تحت رقم طراز ہیں:

''قولهم فی الحدیث:لااصل له' له اطلاقات متعددة' اوجزها فیمایلی:(أ)تارةیقولون:هذاالحدیث لااصل له'اولااصل له بهذا اللفظ'او:لیس له اصل' اولایعرف له اصل:لم یوجدله اصل'او: یوجد'او نحوهذه الالفاظ 'یریدون بذلك ان الحدیث المذکور لیس له اسنادینقل به''(مقدمہ:المصنوع لملاعلی القاری:ص۱۷'ط حلب)

(محدثین کا کسی حدیث کے بارے میں کہنا کہ ''لا اصل لہ' اس کا اطلاق کئی طرح سے ہوتا ہے- میں اس کو اجمالاً آگے بیان کرتا ہوں- کبھی کہتے ہیں اس حدیث کی کچھ اصل نہیں' یا اس کی کوئی اصل ان الفاظ کے ساتھ نہیں یا اس کی کچھ اصل نہیں یا اس کی کوئی اصل معلوم نہیں یا اس کی کوئی اصل نہیں پائی گئی یا نہیں ملی یا پھر اس اس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال کرتے ہیں' جبکہ ان کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ حدیث مذکور ایسی اسناد ہی نہیں رکھتی جن کے ساتھ اسے نقل کیا گیا ہو)

شیخ ابوغدہ مرحوم امام سیوطی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''قال الحافظ السیوطی ؒ فی''تدریب الراوی ''فی اواخر (النوع الثانی والعشرین)ص۱۹۵'قولهم:هذاالحدیث لیس له اصل اولااصل له 'قال :ابن تیمیه:معناه لیس له اسناد'' (ایضاً ص۱۷)

(حافظ سیوطیؒ نے تدریب الراوی کے اواخر (بائیسویں فصل) ص۱۹۵ پر کہا ہے: محدثین کا یہ قول کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں- یا لا اصل لہ' ابن تیمیہ نے کہا ہے: اس کا مطلب ہے اس کی کوئی سند نہیں)

شیخ ابوغدہ کہتے ہیں:

"واذاكان الحديث لااسناده' فلاقيمةله ولايلتفت اليه' اذاالاعتمادفي نقل كلام سيدنارسول اللهﷺالينا'انماهوعلى الاسنادالصحيح الثابت اومايقع موقعه'وماليس كذلك فلاقيمةله "(ایضاً ص۱۸)

(اور ایسی حدیث جس کی اسناد نہ ہوں اس کی کوئی وقعت نہیں اور نہ ہی اس کی طرف التفات کیا جائے گا' اس لئے کہ رسول اللہﷺ کے ارشادات کی نقل و روایت کی ذمہ داری اگر ہمیں سونپی جائے گی تو ہمارا مدار صرف اور صرف صحیح و ثابت اسناد پر ہوگا یا اس کے (اصل) مأخذ پر اور جو روایت ایسی نہیں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے)

ابوغدہ مرحوم نے یہاں ایسی روایات و حکام کی طرف صریح اشارات بھی کیے ہیں جو بے اصل ہونے کے باوجود کتب متداولہ میں پائی جاتی ہیں اور واعظین انہیں اہتمام سے بیان کرتے ہیں- ان شاء اللہ! آئندہ کسی مضمون میں اس پہلو پر گفتگو کی جائے گی- آخر میں علم اور علماء کے فضائل میں بیان کی جانے والی چند مشہور مگر موضوع روایات پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

۱- "العلم علمان علم الاديان وعلم الابدان"(موضوع)

(علم دو ہیں: علم دین اور علم طب)

(دیکھئے: المصنوع: ص۱۲۳-۱۲۴' اللؤلؤ المرصوع' ص۱۲۲' الاسرار المرفوعه' ص۳۰۱' تذکرہ الموضوعات' (۱۸)

۲- "مداد العلماء افضل من دم الشهداء"(موضوع)

(علماء کی سیاہی شہیدوں کے خون سے افضل ہے)

الدرر المنتثرة(۳٦٦) مختصر المقاصد' ۹۲٦' الفوائد للكرمی(۱۰۰) الفوائد للشوکانی(۲۸۷) کشف الخفاء(۲/۲۰۰) العلل المتناهية(۱/۷۱) وغیرہ)

علماء کی سیاہی کو قیامت کے دن شہداء کے خون سے تولا جائے گا" یہ روایت بھی اسی قبیل سے ہے- ملاحظہ ہو: التذکرة للزرکشی' ۱۲۱' تذکرة الموضوعات (۲۳)

۳- "من زار العلماء فكأنما زارانی ومن صافح العلماء فقدصافحنی......الخ"

(کہ جس نے علماء کی زیارت کی' اس نے میری زیارت کی اور جس نے علماء سے مصافحہ کیا اس نے مجھ سے مصافحہ کیا وغیرہ)

۴- ''النظرالی وجه العالم عبادة''(موضوع)
(عام کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے)

۵- ''من صلي خلفَ (عالم)تقی فکأنماصلی خلف نبی-لااصل له''
(جس نے متقی (عالم) کے پیچھے نماز پڑھی گویااس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی)

ایسی اوربھی کئی موضوع اورمن گھڑت روایات ہیں جوتقریروتحریرمیں سننےاور پڑھنے میں آتی ہیں اورناقدین حدیث نے ان کی نشاندھی کی ہےلیکن ہم طوالت سے بچنے کیلئے اسی پراکتفاءکرتے ہیں-

اہل علم کےنزدیک دینی حلقوں میں یہی وہ کمزوراور بےبنیادرویے ہیں جن کے نتیجے میں ہم بےعمل، بےذوق اوردن بدن فکری طورپرپسماندہ ہوتے جارہے ہیں-جدیدتحقیق اورعلمی ذرائع کی بسہولت دستیابی کا تقاضا ہے کہ علماءاپنے مقتدیوں اورمشائخ اپنے مریدین اورمسترشدین تک دین کی حقیقی روح منتقل کرتے ہوئے وراثت ونیابت انبیاءکےتقاضے پورےکریں-

مآخذ ومراجع

۱۔ حدیث کادرایتی معیار، مولانا محمد تقی امینی، مطبوعہ کراچی
۲۔ موضوعات کبیر، ملا علی قاری، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی۔
۳۔ الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص، زین الدین، الحافظ العراقی، طبع دمشق
۴۔ تحذیر الخواص...... طبع بیروت، لبنان
۵۔ الفتوحات المکیہ فی معرفۃ الاسرار المالکیہ والملکیہ، محی الدین، محمد ابن العربی، طبع ریاض، سعودیہ۔
۶۔ مکتوبات امام ربانی، (فارسی) سرہندی، الشیخ احمد فاروقی، طبع نور کمپنی، لاہور
۷۔ الابریز، (مترجم) خزینہ معارف، پیر محمد حسن ڈاکٹر، طبع لاہور
۸۔ مرأۃ العاشقین (مترجم) شمس الدین سیالوی، خواجہ، مطبوعہ المعارف، لاہور
۹۔ فیضان سنت، محمد الیاس قادری، مولانا، مطبوعہ مکتبۃ المدینۃ کراچی
۱۰۔ التذکرہ فی الاحادیث المشتھرۃ، بدر الدین، الزرکشی، الامام، طبع مکتب الاسلامی، بیروت، دمشق
۱۱۔ المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الألسنۃ، شمس الدین سخاوی، الامام، طبع بیروت
۱۲۔ مختصر القاصد الحسنۃ، عبد الباقی، زرقانی، الامام طبع مکتب اسلامی، بیروت
۱۳۔ الدرر المنتثرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، جلال الدین، السیوطی، الامام، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔
۱۴۔ موضوعات کبیر (الاسرار المرفوعہ) علی القاری، ملا، مطبع مجتبائی، دہلی۔
۱۵۔ المصنوع فی المعرفۃ الحدیث الموضوع، علی القاری، ملا، مطبوعہ حلب
۱۶۔ الغماز علی اللماز، نور الدین، السمھودی، طبع دار الکتب، بیروت، لبنان
۱۷۔ الفتاوی الحدیثیۃ، احمد ابن حجر الھیثمی، طبع دار احیاء التراث، بیروت
۱۸۔ تذکرۃ الموضوعات، محمد بن طاہر، الفتنی، مطبوعہ بمبئی، ہند
۱۹۔ اتقان ما یحسن من الاخبار الدائرۃ علی الألسن، نجم الدین محمد، الغزی، طبع قاھرہ، مصر
۲۰۔ اسنی المطالب فی الاحادیث مختلفۃ المراتب، محمد درویش، الحوت، طبع بیروت
۲۱۔ اللؤلؤ المرصوع فیما لا اصل لہ اوباصلہ موضوع، محمد بن خلیل القاوقجی، بیروت
۲۲۔ الفوائد الموضوعۃ، محمد الکرمی، طبع بیروت، دمشق
۲۳۔ النخبۃ البھیۃ، محمد امیر المالکی، علامہ طبع دمشق
۲۴۔ تمییز الطیب، ابن الدبیع، طبع بیروت
۲۵۔ کشف الخفاء، اسماعیل العجلونی، علامہ، طبع بیروت
۲۶۔ الدرر البھیۃ، یوسف حطار محمد، طبع دمشق
۲۷۔ مقدمۃ المصنوع، الشیخ، ابو غدہ عبد الفتاح، مطبوعہ حلب